پروفیسر سید احتشام احمد ندوی

حضرت عمرؓ کی جرأت ایمانی تاریخ اسلام کے آئینہ میں

حضرت عمر فاروقؓ نے تاریخ اسلام میں عظمت وفکر ونظر اور عملی زندگی کے بلند مینارے قائم کر دیئے ہیں۔ ان کا اسلام لانا اسلام میں ایک انقلاب پیدا کرتا ہے' وہ صاف کہہ دیتے ہیں اور اعلان کر دیتے ہیں کہ اب اسلام کو چھپانے اور کمزور سمجھنے کا وقت چلا گیا ہے' اب ضرورت ہے کہ اسلام کی قوت کا مظاہرہ برسرعام کیا جائے اور کفار مکہ کو بتا دیا جائے کہ اسلام میں اتنی طاقت ہے کہ مسلمان کعبہ میں آکر باجماعت پڑھنے پر قادر ہیں' چنانچہ حضرت عمرؓ اور حضرت حمزہؓ کے اصرار پر آنحضرت ﷺ بھی راضی ہو گئے اور مسلمان دو صفوں میں بٹ گئے' ایک صف کی قیادت حضرت حمزہؓ کر رہے تھے اور دوسرے صف کی قیادت حضرت عمرؓ کر رہے تھے' یہ دونوں اسلام کے شیر تھے اور قریش کے عظیم طاقتور اور شیر دل لوگوں میں ان کا شمار تھا' ان کے اسلام لانے کے بعد مسلمانوں کو طاقت محسوس ہوئی' قریش کے معاشرہ میں دو عظیم بہادروں کا اسلام میں داخل ہونا ایک انقلاب تھا' حضرت عمرؓ نے صاف اعلان کر دیا کہ جس کو مزاحمت کرنی ہو وہ نکل آئے اور دو دو ہاتھ کر لے مگر سارا مکہ خاموش رہا' کفار اپنی آنکھوں سے اسلام کی طاقت کا مظاہرہ دیکھتے رہے اور اپنی آنکھوں سے نماز کا پُرتاثیر منظر دیکھتے رہے' مسلمان دو صفوں میں کعبہ پہونچے' قریش کے سرداروں کے سامنے کعبہ کے صحن میں نماز ادا کی' آنحضرت ﷺ نے نماز پڑھائی' حضرت عمرؓ اور حضرت حمزہؓ کی شجاعت کے آگے کسی کی ایک نہ چلی' وجہ صرف یہ تھی کہ حضرت عمرؓ کی جرأت ایمانی یہ پسند نہیں کرتی تھی کہ اسلام کو چھپایا جائے اور نماز چھپ کر پڑھی جائے' اب تک مسلمان نماز چھپ کر پڑھتے تھے اور حضور ﷺ نے اسی غرض سے حضرت ارقمؓ کا مکان دار الاسلام بنا دیا تھا' سارے مسلمان وہاں جمع ہوتے' حضور ﷺ کی امامت میں نماز ادا کرتے' قرآن پڑھتے دین کو سیکھتے اور مکان کا دروازہ اندر سے بند ہوتا' اب جب کہ حضرت عمرؓ ایمان لے آئے تو ان کی جرأت ایمانی میں پہلی بار سارے مسلمانوں کو جمع کر کے برسرعام کعبہ کے اندر قریش کی موجودگی میں نماز ادا کی اور ایمان کا اعلان کر دیا۔ یہ جرأت ایمانی ان کی پوری زندگی میں روز روشن کی طرح عیاں ہے۔

جب حضرت عمرؓ نے ہجرت کی تو چالیس آدمیوں کو ساتھ لیا اور اعلان کر دیا کہ جس کو اپنے بچوں کو یتیم بنانا ہو اور اپنی بیوی کو بیوہ کرنا ہو آکر وہ میرا مقابلہ کرے' کسی کو جرأت نہ ہوئی اور حضرت عمرؓ نے پوری شان سے اپنا سامان

لے کر ہجرت کی اور کفار دم بخود رہ گئے۔

ایک مسلمان اور ایک یہودی کا مدینہ میں جھگڑا ہوا' یہودی اپنا قضیہ آنحضرتؐ کے پاس لایا آنحضرت ﷺ نے یہودی کے حمایت میں فیصلہ کردیا' مسلمان اس پر راضی نہ ہوا اور وہ اپنا قضیہ حضرت عمرؓ کے پاس لے گیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اس مسلمان سے کیا واقعی حضورؐ نے اس پر فیصلہ کردیا ہے؟ مسلمان نے کہا کہ ہاں' حضرت عمرؓ نے فرمایا تو پھر ذرا انتظار کرو میں آتا ہوں' حضرت عمرؓ گھر کے اندر گئے اپنی تلوار لائے اور اس مسلمان سے فرمایا کہ تو حضورؐ کے فیصلے سے راضی نہیں ہے اور میرا فیصلہ چاہتا ہے' میرا فیصلہ یہی تلوار ہے' حضرت عمرؓ نے اس کی گردن قلم کردی۔ ان کی جرأت ایمانی یہ برداشت نہ کرسکی کہ حضور ﷺ کے فیصلے پر کوئی دوسرا فیصلہ کرے' یہ مسلمان کی شان نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ کی جرأت ایمانی نے مجبور کیا کہ وہ اس مسلمان کا سر قلم کردیں۔

حضرت عمرؓ کی جرأت ایمانی کے عظیم واقعات سے تاریخ اسلامی کے واقعات روشن ہیں' مختلف مواقع پر وہ شدت ایمان اور یقین محکم کا پیام دیتے ہیں' وہ دبنا نہیں جانتے' وہ کھل کر سامنے آتے ہیں اور ایمان کی طاقت سے اپنے مافی الضمیر کا اعلان کردیتے ہیں۔ چنانچہ غزوہ بنی مصطلق میں دو آدمیوں کے درمیان پانی کے بارے میں جھگڑا ہوا' جہنی نے انصار کو پکارا اور مہاجر نے مہاجرین کو پکارا مدد کے لئے' اس پر عبداللہ بن سلول منافق جو اپنی دادی کے نام سے ابن سلول کہلاتا ہے وہ اس موقع پر موجود تھا اور منافقوں کا سردار تھا۔ اس نے انصار کی طرف دیکھا اور بولا یہ تم لوگوں کی حرکت ہے' تم ان مسلمانوں کو مکہ سے لے آئے ان کو اپنا مال سپرد کردیا اور ان پر خرچ کرتے ہو' اگر تم ہاتھ روک لو تو یہ سب بھاگ جائیں گے اور کہیں اور جا بسیں گے' اب میں دیکھتا ہوں کہ مدینہ میں واپسی کے بعد عزت والے ذلت والوں کو اس سے نکال دیں گے' اس موقع پر ایک نوجوان ارقم موجود تھا جو انصاری تھا اس نے سارا واقعہ جاکر حضور ﷺ کی خدمت میں من وعن پیش کردیا' عبداللہ بن سلول منافق کو معلوم ہوا تو وہ حضور ﷺ کے پاس آیا اور قسم کھا کر کہا کہ میں نے ایسا نہیں کہا ہے' حالانکہ اس نے کہا تھا کہ کچھ ہی دیر بعد آسمان سے وحی نازل ہوئی اور پوری سورہ منافقین اتری جو تا قیامت اس واقعہ کا دستاویزی ثبوت ہے' اب حضور ﷺ نے سوچا کہ کیا کریں۔ حضرت عمرؓ کی جرأت ایمانی جوش میں آگئی' ان کا خون کھول گیا' اور فرمایا کہ یارسول اللہ حکم دیجئے میں اس کا سر بھی قلم کئے دیتا ہوں' حضور ﷺ نے کہا کہ نہیں عمر۔ لوگ کیا کہیں گے۔ وہ اپنی مجلسوں میں باتیں کریں گے کہ محمد ﷺ اپنے ساتھیوں کو قتل کرتے ہیں' یہ معاملہ اسلام کی تاریخ میں نہایت نازک تھا' اگر حضور ﷺ ابن سلول کو قتل کرادیتے تو اسلام کی خیریت نہیں تھی اس لئے کہ خزرج کے قبائلی جذبات بھڑک اٹھتے اور قبائل میں عصبیت ایسی زبردست طاقت تھی جس کا مقابلہ صرف اسلام کرسکتا تھا اور اس نے کیا۔

عبداللہ بن سلول یثرب کا بادشاہ مان لیا گیا تھا' اس کے تاج کے لئے موتی خرید لئے گئے تھے کہ اسی درمیان حضورﷺ مدینے پہونچ گئے' ابن سلول سمجھتا تھا کہ حضورﷺ نے اس کی بادشاہت چھین لی' اس بنا پر بڑے بڑے انصار حضورؐ سے کہتے تھے یارسول اللہﷺ اس شخص کے ساتھ محبت اور مہربانی برتیئے اور حضورﷺ نے بھی تادم آخر اس کے ساتھ مہربانی برتی جس کا ذکر بعد میں کیا جائے گا۔

عبداللہ بن سلول کو معلوم ہوا کہ حضورﷺ ابن سلول کو قتل کرنا چاہتے ہیں' باپ بیٹے دونوں کا نام عبداللہ تھا' بیٹے عبداللہ نے حضورﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر فرمایا یارسول اللہ میں نے سنا ہے کہ آپ ابن سلول کو قتل کرانا چاہتے ہیں آپ مجھے حکم دیجئے میں ان کا سر اتار کر آپ کی خدمت میں پیش کر دیتا ہوں' خوب یاد رہے کہ یہ بیٹا نہایت مخلص مسلمان تھا لیکن اس کا باپ سب سے بڑا منافق تھا اور اس کی بیٹی جمیلہ بھی نہایت مخلص مسلمان تھی اور اسکا داماد تو نہایت مخلص مسلمان تھا اور تاریخ میں ان کا نام حنظلہ غسیل ملائکہ تھا' حضرت عبداللہ نے فرمایا: یارسول اللہ! میں اپنے باپ کا نہایت فرماں بردار بیٹا ہوں میں برداشت نہیں کر سکا کہ کوئی شخص میرے باپ کو قتل کر کے مدینے میں چلتا پھرتا رہے' میں اس کو قتل کر دوں گا' لہذا آپ مجھے حکم دیجئے میں اپنے باپ کا سر اتار کر خدمت میں پیش کر دیتا ہوں۔ حضورﷺ نے فرمایا کہ نہیں جب تک عبداللہ بن سلول میرے ساتھ ہیں' میں ان کی عزت کروں گا اور حضورﷺ نے ایسا ہی کیا' جب ابن سلول پر موت کا حملہ ہوا تو حضورﷺ سے آپ کا پیرہن مانگا کفن کے لئے' حضورﷺ نے اپنی چادر دے دی' ابن سلول نے چادر واپس کر دی اور بولا حضورﷺ مجھے وہ جبہ عنایت فرمائیں جو آپ کے جسم کو چھوتا ہے' حضورﷺ نے اپنا جبہ عنایت فرما دیا' اسی میں اس کی تکفین کی گئی۔

کہتے ہیں کہ اس واقعہ سے اس دن ایک ہزار منافق ایمان لے آئے اور دل سے اسلام قبول کر لیا' جب انہوں نے دیکھا کہ ان کا سردار آنحضرتﷺ پر اتنا یقین رکھتا ہے کہ آپ کے جسم کو چھونے والا جبہ طلب کرتا ہے برکت کے لئے۔

اب عبداللہ بن سلول کا جنازہ لایا گیا اور حضورﷺ کھڑے ہوئے نماز پڑھانے۔ حضرت عمرؓ کی غیرت ایمانی پھر جوش میں آئی اور فرمایا کہ یارسول اللہ! اس شخص نے فلاں موقع پر یہ کیا' فلاں موقع پر اسلام کے خلاف یہ یہ کام کئے' جنگ احد میں ۳۰۰ منافقوں کے ساتھ الگ ہو گیا اور آپ اس کی نماز جنازہ پڑھائیں گے؟ حضرت عمرؓ کی اس جرأت ایمانی کا یہ عالم ہوا کہ آپ نے حضورﷺ کو پکڑ لیا تا کہ آپ اس کی نماز نہ پڑھائیں' مگر حضورﷺ نے کہا کہ مجھے چھوڑ دو میں نماز پڑھاؤں گا چنانچہ آنحضرتﷺ نے نماز پڑھائی۔ نماز کے بعد دعا مانگی اور اسکی مغفرت کی دعا فرمائی۔ مگر اس کے معاً بعد آیت حضرت عمرؓ کی موافقت میں نازل ہوئی کہ اے رسول اب کسی منافق کی نماز جنازہ نہ پڑھئے۔

آیت درج ذیل ہے: وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنْھُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِہٖ اِنَّھُمْ کَفَرُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَمَاتُوْا وَھُمْ فٰسِقُوْنَ (سورۃ توبہ ۸۴)

''اور اے نبی منافقوں میں سے اگر کوئی مرجائے تو اس کے جنازہ کی نماز کبھی نہ پڑھیئے اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہو کر دعائے مغفرت کیجئے۔ اس لئے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا ہے اور وہ اس حال میں مرے ہیں کہ فاسق و نافرمان تھے''

اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے کسی منافق کی نماز جنازہ نہیں پڑھائی۔ حضور ﷺ نے حضرت ابوحذیفہ کو تمام منافقین کے نام بتادیئے تھے چنانچہ حضرت عمرؓ اس شخص کی نماز جنازہ میں شرکت نہ فرماتے جس میں حضرت ابوحذیفہؓ شریک نہ ہوتے۔

حضرت عمرؓ کی غیرت ایمانی اور شدت تقویٰ کی گواہی خود آنحضرت ﷺ نے دی ہے' واقعہ یہ پیش آیا کہ آنحضرت ﷺ کے پاس عورتیں جمع تھیں اور آپ سے اپنی باتیں معلوم کررہی تھیں کہ اتنے میں حضرت عمرؓ آگئے' سب عورتیں ڈر کے مارے ادھر ادھر چھپ گئیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: عمرؓ جدھر جاتے ہیں شیطان اس راستہ کو چھوڑ کر بھاگ لیتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اے عورتو! تم کیسی ہو کہ اللہ کے رسول سے نہیں ڈرتی اور مجھ سے ڈرتی ہو۔

حضرت عمرؓ جرأت ایمانی کا اصل موقع صلح حدیبیہ کے موقع پر پیش آیا۔ ایک طرف حکم اللہ کا اور حکم رسول ﷺ کا دوسری طرف آزمائش حضرت عمرؓ کی جرأت وغیرت ایمانی کی۔ بھلا حضرت عمرؓ دب کر صلح کرنا والے کب تھے؟ مگر چونکہ جب اللہ کے رسول کا حکم ہوگیا تو حکم کو مان لیا مگر غیرت خاموش نہ رہ سکی جا کر خود شمع نبوت کے سامنے حاضر ہوئے اور بولے کہ کیا آپ اللہ کے رسول نہیں' حضور ﷺ نے فرمایا بیشک میں اللہ کا رسول ہوں۔ فرمایا کیا یہ قریش والے کفار نہیں' فرمایا کہ ہاں یہ سب کفار ہیں فرمایا کہ پھر ہم دب کر کیوں صلح کریں اور ہم کیوں ضعف دکھائیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ دب کر صلح نہیں ہے بلکہ یہ اسلام کی فتح ہے' حضرت عمرؓ کی جرأت وغیرت بڑھتی رہی وہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس پہونچے اور ان سے بھی یہی باتیں کہیں جو حضور ﷺ سے فرمائی تھیں۔ انہوں نے کہا کہ اللہ اور اس کا فیصلہ ہی ٹھیک ہے۔ بہرحال یہ حضرت عمرؓ کی انتہائی غیرت ایمانی تھی جس پر وہ صبر نہیں کر سکے' محسوس تو مسلمان بھی کررہے تھے کہ فیصلہ دب کر ہوا ہے کہ اگر کوئی کافر مسلمان ہو کر مدینہ آجائے تو وہ واپس کردیا جائے گا اور اگر کوئی شخص مرتد بن کر مکہ جائے تو واپس نہ کیا جائے گا۔ اسی پر عمل ہوا' سارے صحابہ پریشان تھے حتیٰ کہ حضورؐ نے حکم دیا کہ مسلمان سرمنڈائیں اور قربانی کریں لیکن اس پر عمل درآمد نہیں ہوا تو حضور ﷺ کو بڑا دکھ ہوا آپ ﷺ نے جا کر حضرت ام سلمیٰؓ سے شکایت کی' حضرت ام سلمیٰؓ نے فرمایا کہ یارسول اللہ! مسلمان اس وقت پریشان ہیں آپ باہر نکلئے خود سرمنڈایئے اور قربانی کیجئے'

سب آپ کی اتباع کریں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا اور حضرت ام المؤمنینؓ کا مشورہ صحیح ثابت ہوا۔

اس پس منظر میں حضرت عمرؓ کی غیرت ایمانی کو آزمائش سے گزرنا پڑا۔ اس کے بعد سورۃ الفتح نازل ہوئی اور اس صلح کو اللہ نے "فتح مبین" قرار دیا اور تاریخ نے ثابت کر دیا کہ یہ فتح دب کر نہیں ہوئی بلکہ اسلام کی فتح تھی۔ حضرت ابو جندل نے اپنا گروہ بنا کر مکہ والوں کے قافلوں کو لوٹنا شروع کر دیا جس کے باعث خود مکہ والوں نے درخواست کی کہ اس شرط کو ساقط کر دیا جائے۔ چنانچہ اس شرط کو ساقط کر دیا گیا' اس وقت ان تمام لوگوں نے سمجھ لیا کہ آنحضرت ﷺ نے کتنی بڑی دانشمندی کی اس شرط کو قبول کر کے اس کے ذریعہ مکہ والے خوش ہو گئے کہ انہوں نے پالا مار لیا مگر وہ بھول گئے کہ مسلمانوں سے حالت امن میں ملنے جلنے سے اسلام کی خوبیاں پھیل جائیں گی اور وہی ہوا۔ چند برس میں پورے جزیرۃ العرب میں اسلام پھیل گیا۔ یہ فیض تھا صلح حدیبیہ کا۔

حضرت عمرؓ کی شدت احساس ایمانی اور غیرت ایمانی نے جو کچھ ردعمل کیا اس کا افسوس ان کو تاحیات رہا' وہ صدقہ کرتے' توبہ کرتے' غلام آزاد کرتے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ان سخت الفاظ کو معاف کر دے جو صلح حدیبیہ کے بارے میں انہوں نے حضور ﷺ سے کہے مگر ان کی نیت خالص تھی سارے صحابہ کا احساس بھی یہی تھا' صرف حضرت عمرؓ نے اظہار کر دیا تھا باقی لوگ اپنے احساس کو دبائے رہے حضرت عمرؓ اپنی اعلیٰ اسلامی حس اور شدت ایمانی کے باعث اپنے ضمیر کو دبانے پر قابو نہ پا سکے' مگر حضور ﷺ نے بھی برا نہ مانا۔ ایک طرف محبت کی نظر دوسری طرف شدت ایمان وایقان اور شدت اطاعت وفرمانبرداری ۔ حضرت عمرؓ نے ایک لفظ بھی گستاخی اور گرمی کا نہیں منہ سے نکالا صرف اتنا فرمایا کہ جب آپ رسول برحق ہیں تو ہم دب کر صلح کیوں کریں؟ مگر جب حضور ﷺ نے اس صلح کو فتح قرار دیا' اور خود قرآن میں سورۂ فتح اللہ نے نازل کر دی تو حضرت عمرؓ نے توبہ کی اور صدقہ وخیرات اور بہت کچھ راہ خدا میں خرچ کیا' یہ سب ان کے اندر زبردست ایمانی طاقت کا غماز ہے' دین پر شدت اور غیرت کا احساس تو ان کو بھی تھا جب حضور ﷺ نے ان سے فرمایا کہ عمرؓ تم قریش کے پاس جا کر میرا پیغام پہونچاؤ تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ! آپ حضرت عثمانؓ کو بھیج دیں تو وہ یہ سفارت عمدہ کر سکیں گے اس لئے کہ ان کا قبیلہ طاقتور ہے چنانچہ حضور ﷺ نے حضرت عثمانؓ کو روانہ کر دیا اور وہ اپنی سفارت میں کامیاب رہے بیعت رضوان اس سفارت کا نتیجہ ہے' الغرض حضرت عمرؓ کی شدت ایمانی محمود تھی اور وہ حضور ﷺ کے حکم کے تابع تھی۔

ع نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں